فنِ خطاطی اور اس کا ارتقائی دور

جناب مولوی اقبال احمد صاحب عمری، نیشنل میوزیم - نئی دہلی :

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ انسان نے جس قدر محیر العقول اور حیرت انگیز صنعتیں ایجاد کی ہیں ان میں فنِ کتابت کو جس قدر بھی اہمیت دی جائے کم ہے کیوں کہ یہی وہ معیار ہے جو انسان اور حیوان کے درمیان حدِ فاصل اور مابہ الامتیاز کا باعث بنتا ہے، مزید براں انسان کی انسانیت اسی پر مبنی اور منحصر ہے، عالم گیر تہذیب و تمدن کا یہی ہیولیٰ قرار پاتا ہے، اگر دنیا اس نعمت ایجاز و اعجاز سے محروم ہوتی تو اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ بنی نوع انسان آج پستی و ضلالت کے کس غار میں سرنگوں ہوتا۔ اب تو نوشت و خواند عام ہوتا جا رہا ہے اس لئے ہم اس دور میں اس کی اہمیت و ضرورت کا احساس کماحقہ نہیں کر سکتے، کیوں کہ جس چیز کی اشاعت زیادہ ہو جاتی ہے یا بآسانی حاصل ہونے لگتی ہے اس کی قدر و قیمت ارزاں اور کم اہم ہو جاتی ہے، مثلاً خورد و نوش کی چیزوں کو ضروری قرار دیا جاتا ہے حالانکہ اس سے زیادہ ضروری ہوا ہے جس کے بغیر کوئی جاندار ایک لمحہ بھی باقی نہیں رہ سکتا لیکن چونکہ بغیر مشقت دستیاب ہوتی ہے اس لئے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے اسی طرح جو قومیں اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہیں ان سے اس کی قدر و منزلت معلوم کیجئے۔

گذشتہ چند سالوں کی بات ہے کہ چند کشتی بان انگریز جزیرۂ ٹونگا میں پہونچے جہاں ان کو دوسرے جہاز کے انتظار میں کچھ دنوں ٹھیرنا پڑا، اتفاق کی بات ان کے پاس لکھنے پڑھنے کا کوئی سامان نہیں تھا، آخر بارود سے سیاہی بنائی اور اس سے کسی جزیرہ ان میں سے ایک نے چند سطریں لکھ کر دوسرے شخص کو دیں کہ وہ سمندر کے کنارے بیٹھا دیکھتا رہے اگر کوئی جہاز ادھر سے گذرے تو اس کے کپتان

کو وہ تحریر دے دے۔

جزیرہ والے وحشی مطلق تھے، لکھنا پڑھنا تو درکنار اس کے نام و کیفیت سے بھی قطعاً نابلد تھے۔ ان کے سردار کو جب معلوم ہوا کہ ان نو واردوں نے کسی کو کوئی چیز دے کر سمندر کے کنارے بھیجا ہے تو اس نے اپنے آدمیوں کو بھیج کر ان سے وہ تحریر منگوائی اور قاصد کو ڈرایا دھمکایا کہ صحیح صحیح باتیں بتائے اس نے ہر چند صحیح باتیں بتائیں مگر سردار کو مطلق یقین نہیں آیا اس کے خیال میں بھی نہیں آتا تھا کہ لکھنا پڑھنا بھی کوئی چیز ہے، آخر حیران ہو کر کہنے لگا کہ اچھا میرا نام لکھو، انگریز نے اس کا نام لکھ دیا، سردار نے دوسرے انگریز کو بلا کر اسے پڑھوایا اس نے جب سردار کا نام صحیح صحیح پڑھ دیا تو اس کے حیرت کی انتہا نہ رہی اور بولا کہ اس میں میری ٹانگیں اور ہاتھ کہاں ہیں اور میرا سر اور دوسرے اعضاء کہاں ہیں، اسے طرح طرح سے تحریر کی کیفیت اور نوعیت بتائی گئی تو کہنے لگا کہ عجیب چیز ہے مگر ہمارے ملک کے لئے بے کار ہے ورنہ سازشیں زیادہ ہونے لگیں گی۔

دوسرا واقعہ ہے کہ امریکہ کے قریب کسی جزیرہ میں ایک مشنری نے وہیں کے باشندے کے ہاتھ کچھ روٹیاں دے کر اپنے دوسرے ساتھی کے پاس بھیجیں اور اسے ایک خط بھی دیا، اس وحشی نے راستہ میں ایک روٹی کھالی جب اس شخص کے پاس پہنچا تو مکتوب الیہ ایک روٹی کم پاکر بولا کہ ایک روٹی کہاں گئی، وحشی بہت حیران ہوا کہ ایک روٹی کی کمی اسے کیسے معلوم ہوئی، خیال کیا کہ شاید خط نے چغلی کی ہو، دوسرے موقعہ پر جب پھر ایسے ہی کام پر بھیجا گیا تو کھاتے وقت اس نے خط کو کسی پتھر کے نیچے دبا دیا تاکہ وہ پھر چغلی نہ کر سکے لیکن اس کا خیال غلط نکلا اور اس دفعہ بھی حسب سابق اس کی چوری ظاہر ہو گئی۔

قبل ازیں کہ ہم خطاطی کی تعریف و توصیف کی طرف عنان توجہ موڑیں تحریر و تقریر کا امتیازی فرق بیان کر دینا ضروری ہے، تقریر کی صورت میں متکلم کا مطلب اس کے الفاظ سننے سے سمجھا جاتا ہے یعنی متکلم کی الفاظی آواز مخاطب کی سماعت تقریر کے لئے لازمی ہے۔

تحریر کی صورت میں الفاظی آواز کے بجائے کسی شئے مرئیہ کی ضرورت ہے جسے دوسرا شخص دیکھ کر

واضح کا مفہوم سمجھ جائے، دوسرا فرق یہ ہے کہ سماعت الفاظ کی صورت میں متکلم و سامع کی معیت لازمی ہے کیوں کہ بولنے اور سننے کے دونوں فعل قریب قریب ایک ساتھ وقوع میں آتے ہیں اس کے برعکس تحریر کی صورت میں معیت ضروری نہیں ان امتیازات کو پیشِ نظر رکھ کر سنئے کہ خط کی ایجاد ایک دم نہیں ہوئی رفتہ رفتہ حروفِ ابجد جن کو خط کے اجزائے ترکیبی کہنا چاہیئے عالم وجود میں آکر مشخص و معین ہوتے۔

پہلا دور ابتدائی دور ہے جب انسان نے کسی چیز کی تعداد یاد رکھنے کے لئے کنکریوں یا دھاگے کی گرہوں کا استعمال کیا مثلاً عدد ۴ کو چار کنکریوں یا چار گرہوں سے ظاہر کرنا تحریر کی ابتدائی صورت ہے آج بھی کسی بات کو یاد رکھنے کے لئے رومال یا قبا کے بند میں گرہیں دی جاتی ہیں، ناخواندہ لوگ ہنوز کنکریوں کا استعمال کرتے ہیں۔

شناخت کے لئے کسی چیز پر کچھ نشان بنا دینا بہت ابتدائی صورت ہے، جانوروں پر داغ لگانے کا دستور زمانہ قدیم سے قائم ہے، اگر کسی چیز پر نشان لگا دیا جائے تو وہ نشان کسی حد تک تحریر کا کام دیتا ہے کیوں کہ اس کا مفہوم سمجھنے کے لئے قوت باصرہ درکار ہے نہ کہ سامعہ، دیکھئے آج سائنسی عروج وارتقا کے زمانہ میں بھی تجارتی مارک کی کس قدر اہمیت ہے، پھر انسان مختلف چیزوں کی تصویر بنانے لگا تصویر کشی کی رسم بھی بہت قدیم ہے، تصویر کو دیکھتے ہی صاحبِ تصویر کے متعلق بہت سی باتیں خود بخود صفحۂ شعور واحساس پر مرتسم ہونے لگتی ہیں، اخباروں میں کارٹون وغیرہ بھی اس ضرورت کو انجام دیتے ہیں غرضیکہ تصویر کشی ایجادِ حروف کی طرف دوسرا قدم قرار دیا جاتا ہے۔

تیسرا وہ درجہ ہے جسے انگریزی میں آئیڈیو گریفک (Ideographic) کہتے ہیں یعنی تصویر سے کسی خاص کیفیت، ہیئت اور مفہوم کو ظاہر کرنا، یہ درجہ پہلے درجہ سے اس معنی میں زیادہ ہے کہ درجۂ سابق میں تصویر سے وہی چیز سمجھ میں آتی ہے جس کی وہ تصویر ہے مثلاً انسان کی تصویر سے انسان اور شیر کی تصویر سے شیر لیکن اس درجہ میں اس قدر اور اضافہ ہوا کہ کسی خاص مفہوم کے لئے کوئی خاص تصویر مقرر کر دی گئی۔

چوتھے درجہ کو انگریزی میں Phontake کہتے ہیں یعنی تصویر سے کسی مفہوم کو نہیں بلکہ آواز کو ظاہر کرنا اور اس کی تین صورتیں ہیں

(۱) تصویر قائم مقام تلفظ کلی

(۲) تصویر قائم مقام جزو تلفظ

(۳) تلفظ قائم مقام حروف تلفظ

ان چاروں درجات پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ دوسرے درجہ میں تصویر سے وہ چیز سمجھ میں نہیں آتی جس کی وہ تصویر ہے تیسرے درجہ میں تصویر کسی نام کو بتاتی ہے اور چوتھے درجہ میں تصویر آواز کو ظاہر کرتی ہے اس آخری درجہ سے حروف تہجی کی اصلیت وابستہ ہے۔

اس سلسلہ میں چند اقوال ملاحظہ ہوں۔

تذکرہ خوش نویساں کے مصنف مولانا غلام محمد ہفت قلمی نے چند اقوال نقل کیے ہیں ملاحظہ ہو:

اول یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی وفات سے ۳ سو برس پہلے رسم خط عربی و فارسی کے کچھ نقوش کچی مٹی پر با ترتیب منقش کر کے آگ میں پکائے اور پھر زیر زمین دفن کر دیے، زمانہ دراز کے بعد حضرت نوحؑ کے زمانہ میں جب ہمہ گیر طوفان برپا ہوا اور سارے چیزیں باستثنائے چند غرق آب ہو گئیں وہ سفینہ نوح ساحل جودی پر صحیح و سلامت پہنچا، لوگ اترے اور آہستہ آہستہ ربع مسکون پر پھیل گئے ان میں دو خطوں میں سے جب قوم وجود میں آئی اس نے اپنا خط قرار دیا، الفہرست کے مصنف نے مشہور ترین راوی کعب کے نام سے اس روایت کو من و عن بیان کیا ہے، دوسری روایت صاحب فتوح البلدان نے بڑے وثوق سے بیان فرمائی ہے کہ مرار بن مرہ، اسلم بن سدرہ اور عامر بن جدرہ تینوں افراد مقام انبار میں اترے انھوں نے باہمی اتفاق سے خاص خاص ہیئت و صورت کی ایجاد کا شرف حاصل کیا، مرار بن مرہ حروف کی صورت و نقش کا بانی ہے، اسلم بن سدرہ نے فصل و وصل کو امتیازی شکل دی اور عامر بن جدرہ نے حروف معجمہ کو فرق کیا۔ انباریوں نے ان نو واردوں سے اس فن کو سیکھا اور ان سے حیرہ والوں نے اخذ کیا اس کے بعد بشر بن عبدالملک نے جو دومۃ الجندل کے حاکم

کیدر بن عبدالملک کا بھائی تھا سفیان بن امیہ کی بہن سے شادی کی تو اس نے اہل مکہ کو یہ خط سکھایا، یہی وجہ ہے کہ ظہور اسلام کے وقت صرف قریشی ہی اس فن سے واقف تھے، قیام حیرہ کے زمانہ میں اسے سیکھا اور پھر مکہ میں آیا تو سفیان بن امیہ، ابو قیس بن عبد مناف نے اس سے سیکھنے کی درخواست کی ان لوگوں نے بھی سیکھا پھر تینوں بغرض طائف گئے وہاں غیلان بن سلمہ ثقفی نے بھی ان لوگوں سے سیکھا بشر ان لوگوں سے جدا ہو کر علاقہ مضر کی طرف گیا وہاں عمر بن زرارہ نے اس کو سیکھا مگر بشر یہاں بھی قیام پذیر نہ ہوا اور وہاں سے شام کی طرف چلا گیا وہاں شامیوں نے سیکھا اور بعد میں خط کوفی کے ایجاد کا سہرا ان کے سر بندھا تیسری روایت ہے کہ ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص اور قرشت طسم قبیلہ کے چھ افراد کے نام تھے، ہر ایک نے اپنے اپنے نام کی مناسبت سے کچھ حروف اختراع کئے، بعض روایتوں میں ہے کہ مدین کے بادشاہوں کے یہ نام ہیں جو حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانہ میں ہلاک ہوئے انھوں نے وضع کئے ہیں، لغت عربی کی اصلیت قبیلہ حمیر و جدیس و طسم و ارم و حویل کی زبانوں میں ملتی ہے اور یہی لوگ عرب کا نچوڑ اور خلاصہ کہے جاتے ہیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ایام پریشانی و بادیہ پیمائی میں انھیں قبائل سے بذریعہ ازدواجت ربط و ضبط پیدا کیا اور ان لوگوں کی مصاحبت اور مجالست میں اس زبان کو سیکھا اور حضرت ہود کی اولاد میں نفیس و نصر و تیما اور دومہ نے پہلے پہل لغت عربی کو مفصل و مشرح لکھنا شروع کیا، تواریخ معتبرہ سے بھی اس قول اخیر کی تصدیق و توثیق ہوتی ہے، ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں لکھا ہے کہ رسم خط نویسی کے آغاز میں مکی رسم خط رائج ہوا جب اس کی اشاعت خوب ہو گئی تو اس سے رسم خط مدنی مشتق ہوا جب یہ خطوط بھی حجاز و عراق عرب میں شائع و ذائع ہو گئے تو بصریوں نے خط مدنی سے خط خاص اختراع کیا، ان کی دیکھا دیکھی کوفیوں نے خط خاص سے اپنا خط خاص کوفی نکالا جو دنیا میں مشہور و معروف ہوا۔

بہر کیف سید کرامت حسین صاحب فقہ اللسان کی تحقیقات کے مطابق عرب ہی حروف ابجد کے موجد قرار پاتے ہیں اور اگر اس حقیقت میں کچھ شک ہو تو یہ امر مسلم ہے کہ سمیطی نسل نے جس میں

عرب بھی شامل ہیں حروفِ ابجد وضع کر کے تمام عالم پر احسانِ عظیم کیا۔

اسی کے مشابہ ایک اور بھی تائیدی نظریہ پایا جاتا ہے کہ مصریوں کا پہلا خط ہیرو فنیقی جو حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی ہزار برس پہلے ایجاد ہو گیا تھا مصر کی مشہور قدیمی کتاب "کتاب الاموات" اسی خط میں لکھی ہوئی ہے اس کتاب کی تاریخ تحریر کا پتہ نہیں، خط ہیراطیقی اور دیموطیقی اسی سے مشتق معلوم ہوتے ہیں ان سب کے بعد حروفِ ابجد وضع ہوئے اس کی صحیح تاریخ ابتدائی معلوم نہیں۔

قدیم محققین کے نزدیک حروفِ ابجد کے واضع فنیقی ہیں ان کی بابت کہا جاتا ہے کہ خود ان کو اعتراف ہے کہ انھوں نے اہلِ مصر سے اخذ کیا تھا فرانس کے ایک مشہور عالم نے دونوں زبانوں کے قدیم ترین نمونوں کا مقابلہ کیا تو بہت کچھ مشابہت پائی مگر مزید تحقیق و تفتیش نے اس حقیقت کو بھی اُجاگر کر دیا کہ وادی فرات میں وادی نیل سے ہزار ڈیڑھ ہزار برس پہلے خط تیسری اور چوتھی منزل طے کر چکا تھا اس لحاظ سے اہلِ بابل کو ہر ایک پر تفوق و تقدم حاصل ہے۔

عربوں کے خطوط

عرب چوں کہ اُمم سامیہ کا مسکنِ اول ہے اس لئے اس کی تاریخ قدیم ترین تاریخ عالم ہے اور اس کے اقوام کا تمدن دوسری قوموں کے تمدن کا ماخذ ہے، جب حروفِ ابجد کے ایجاد کا فخر بھی انھیں کو حاصل ہے تو ان کے خطوط بھی قدیم ترین ہوں گے لیکن جس طرح ان کی زبان ملک کے مختلف حصوں میں مختلف ناموں سے مشہور ہوئی ہے اسی طرح ان کے خطوط بھی مختلف اشکال و صور میں ظاہر ہوتے رہے، خط حمیری یمن میں، خط نبطی ملک شام میں، خط سریانی عراق میں رائج تھے، حجازیوں پر بدویت غالب تھی انھیں لکھنے پڑھنے سے سروکار کم تھا اس لئے ان کا کوئی خاص خط نہ تھا ہاں ضرورت کے وقت تینوں مذکورہ بالا خطوط میں لکھتے تھے۔

امرء القیس بن عمر کی قبر کا جو کتبہ ملا ہے اس کی زبان تو عربی ہے لیکن خط نبطی ہے، نبطی اور سریانی خط اسلام کے بعد رائج نہ رہے، موجودہ خط عربی کی قدیم ترین شکلیں خط نسخی و خط کوفی ہیں،

جب عرب تجارت کے لئے شام کی طرف آئے گئے تو وہاں نبطیوں سے خط نسخی سیکھا، خط کوفی اسلام سے کچھ پہلے رائج ہو گیا تھا اسی کو حیری بھی کہتے ہیں علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ حمیر و تبابعہ سے کتابت حیرہ پہنچی اور وہاں سے قریش نے سیکھی لیکن جب مسلمانوں نے اس کے نزدیک کوفہ آباد کیا تو اس خط کو اسی کی طرف منسوب کر دیا پس یہ دونوں خط عربی خط کی اصلیں ہیں اور اس سلسلہ کی آخری کڑیاں جس کی پہلی کڑی خط بابلی و مصری قدیم ہے، دوسری کڑی خط فنیقی ہے جو خط مصری سے مشتق ہے، تیسری کڑی خط آرامی ہے جو خط فنیقی سے ماخوذ ہے اور خط آرامی سے حسب ذیل ۶ خط نکلا اور خود فنا ہو گیا،

(۱) نبطی ۔ مدین، ارض سینا، فلسطین اور حوران (ممالک شام) میں جاری تھا۔

(۲) سریانی ۔ یہ توریت مقدس کا خط تھا۔

(۳) تدمری ۔ شہر تدمر جو دمشق سے جانب شمال ۱۵۰ میل کے فاصلہ پر تھا، یہ ایک تجارتی شہر تھا جو اب فنا ہو گیا، اب یہاں بدوی قبائل رہتے ہیں۔

(۴) عبری ۔ موجودہ عبرانی خط، اس خط کی بنیاد بابل میں پڑی تھی عہد بخت نصر ۵۶۰ ق م جب کہ بنی اسرائیل بیت المقدس سے جلا وطن ہو کر آباد ہوئے تھے اس کے علاوہ بابل میں خط شماری اور آرامی بھی جاری تھا جس میں توریت لکھی گئی تھی لیکن عبری خط کا کوئی نسخہ نویں صدی سے قبل کا موجود نہیں۔

(۵) پہلوی ۔ ایران کا قدیم خط ہے جو اب مردہ ہو چکا ہے۔

(۶) ہندی ۔ ہندوستان میں رائج ہے جس میں سنسکرت اور اس کی تمام شاخیں ہیں، مردم شماری کی تازہ رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی شاخوں میں ۲۲۵ زبانیں شامل ہیں۔

خط نبطی سے اہل یمن نے جو مہذب خط نکالا وہ مسند حمیری تھا اور پھر مسند حمیری سے خط حیری نکلا اور پھر کوفہ میں اس کی اصلاح ہوئی اس خط کو شہر کی نسبت سے کوفی کہنا تو جائز ہے لیکن در حقیقت یہ کوفی نہ تھا بلکہ یہ وہ خط تھا جس کو اہل یمن اور اہل مکہ نے حیرہ والوں سے حاصل کیا تھا۔

حضور صلعم نے جو فرامین فرماں روایانِ عجم کو اور عامل مصر وغیرہ کو بھیجے ہیں وہ اسی خط میں تھے جس سے مصطلح خط کوفی کی ابجد اخذ کی گئی ہے۔

فرامینِ رسالت کا بڑا حصہ تلف ہو چکا ہے، ایک فرمان جو مسیلمہ کذاب کے نام لکھا گیا تھا اس کا فوٹو ۱۸۹۶ء میں لندن کے پکچر میگزین میں شائع ہوا تھا اور دوسرا فرمان جو مقوقس عامل مصر کے نام ۶ھ میں تحریر ہوا وہ مصر کے شاہی خزانہ میں محفوظ تھا جو کسی طرح مستشرقین یورپ کو مل گیا اور اس کا فوٹو رسالہ الہلال مصر میں شائع ہوا اس کے بعد تاجران بیت المقدس نے یہ فوٹو شائع کیا، اب مصنف البرامکہ کی جدید تصنیف تاریخ اسلام میں اس فوٹو کا عکس ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

حرکات | ابتداءً خطِ عربی میں نہ نقطے تھے اور نہ حرکتیں، اس کمی سے عربوں کو تو کوئی دقت نہیں ہوتی تھی مگر عجمیوں کو بڑی مشکل تھی اس کی مثال ایسی ہے جیسے اردو کا خط شکستہ مروجہ ہائے عدالت سرکاری جس میں نقطے تو کجا حرفوں کی بھی صورتیں ٹھیک نہیں ہوتیں، ہم تو اسے آسانی سے پڑھ سکتے ہیں مگر غیر قوم کا آدمی قدم قدم پر ٹھوکر کھائے گا، نصف صدی ہجری تک قرآن شریف پر نہ نقطے لگائے گئے اور نہ حرکات، عرب انتہائی صحت کے ساتھ پڑھتے تھے اور اُن کو قرأت میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی اور نہ کوئی فرق پڑتا تھا لیکن آگے چل کر جب عجمیوں کی آمیزش شروع ہوئی تو قرأتوں میں غلطیاں ہونے لگیں جس کی وجہ سے ایجاد حرکات کی ضرورت کا احساس ہوا چنانچہ ابو الاسود دؤلی المتوفی ۶۹ھ نے جو علم نحو کا بھی موجد تھا اولاً اسم و فعل و حرف میں تمیز کرنے والے نقطے مقرر کئے مگر ان سے حروف متشابہ میں تمیز نہیں ہو سکتی تھی اس کے بعد نقطے اعراب کی صورت میں تبدیل ہو گئے جو اب تک مروج ہیں پہلے پہل جب اس نے ان کو وضع کیا تو کاتب سے کہا کہ جب میں منہ کو کھولوں تو اوپر نقطہ لگاؤ (فتحہ) اور جب میں منہ بند کروں تو سامنے نقطہ لگاؤ (ضمہ) اور جب میں منہ کو نیچے دباؤں تو نیچے نقطہ لگاؤ (کسرہ) کچھ دنوں تک عرب ان نقطوں کو اسی طرح استعمال کرتے رہے، مزید تمیز کے لئے یہ نقطے دوسری روشنائی سے لکھے جاتے تھے اس کے بعد ان نقطوں نے موجودہ اعراب (حرکات) کی شکل اختیار کر لی۔

نقطے ابتدائے خط عربی میں نقطے بھی نہ تھے کیوں کہ جن خطوں سے خط عربی ماخوذ ہے وہ بھی اُس وقت تک نقطوں سے خالی تھے اس نقطوں کے موجد بھی عرب ہی ہیں حرکتوں کے اختراع کے بعد بھی نقطوں کے نہ ہونے کی وجہ سے غلطیاں ہوا کرتی تھیں اس لئے حجاج بن یوسف سے نصر بن عاصم یا بقول بعض یحییٰ بن یعمر نے نقطے ایجاد کئے پھر آگے چل کر حزم وضع ہوا، غرضیکہ پہلی صدی کے وسط میں حرکات و نقاط ایجاد ہو گئے تھے۔

صاحب تذکرہ مذکور کا کہنا ہے کہ مختلف اقوال سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ ابداعِ حروف کے ساتھ ہی نقطے کی اختراع بھی درجہ وجود پذیر ہوئی ورنہ یہ بات عقل سے بعید معلوم ہوتی ہے کہ حروف اس قدر تشابہ صوری کے باوجود تدوین آیات و احادیث طویل مدت تک نقطوں سے خالی رہیں اور متعدد روایتوں سے ثابت ہے کہ صحابہ کرامؓ کتابتِ مصحف ربانی کو نقطوں تک سے تجرید کرنے کی کوشش کرتے تھے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حروف کے ساتھ ساتھ نقطوں کا وجود تھا ورنہ نقطوں تک سے تجرید کرنے کا کیا مفہوم ہوگا۔

خط کوفی کوفہ اگرچہ زمانہ دراز سے علم خط کا مرکز اور حیرہ کے بعد تاریخی شہرت کوفہ کو حاصل تھی مگر مصطلح خط کا آغاز خلیل بن احمد نحوی موجد علم عروض کے زمانہ سے ہوا، یہ خلیفہ مہدی عباسی کے دور کا ایک نامور فاضل تھا اس نے قدیم خط حیری کی اصلاح پر سب سے زیادہ توجہ کی اور پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور موجودہ واضح اعراب ایجاد کئے، خلیل کے بعد علی بن حمزہ کسائی نحوی استاد ہارون رشید نے خلیل کے مہذب خط پر غائر نظر ڈالی اور خوش نویسی سے زیادہ اس نے مصوری کی اور قدیم نقاط کی بھی اصلاح ہوئی یعنی ابوالاسود کے نقطوں میں سبکی پیدا کی گئی اور قدیم حیری خط میں حسن کتابت کے ساتھ وہ شان پیدا کر دی کہ اس خط کو قبول عام کی سند مل گئی اور اس خط کا نام خط کوفی ہوا جو آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔

خط کوفی کب ایجاد ہوا اس کی نسبت مختلف رائیں ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ خط بنو امیہ کے اخیر عہد اور عباسیہ کے آغاز میں جاری ہوا اس کا مطلب یہی ہے کہ خلافت بنی امیہ میں قدیم حیری خط

میں بہت کچھ اصلاح ہو چکی تھی جس کی تکمیل و تزئین عہدِ عباسی میں ہوئی۔

خطاطی اور کاتبوں کی تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ دورِ حاضرہ میں خطِ نسخ کے جس قدر بہترین نمونے پائے جاتے ہیں ان کی اصل کوفی ہے، خطِ کوفی سے عہدِ مامون رشید تک مندرجہ ذیل قلمیں ایجاد ہو چکی تھیں :-

(۱) قلم الجلیل - یہ دفتر انشا کا مخصوص قلم تھا اس خط میں صرف سلاطین کو خطوط لکھے جاتے تھے اور مسجدوں کے دروازوں اور محرابوں کے کتبات بھی اسی قلم میں ہوتے تھے یہ اس عہد کا جلی خط تھا۔

(۲) قلم السجلات - سجل بمعنی قبالہ و دستاویز آتا ہے، قلم الدیباج، دیباج دیبا کا معرب ہے جو ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہوتا ہے، دستاویز لکھے قلم کا نام سجلات ہے، یہ دونوں قلم نمبر ایک سے ماخوذ ہیں۔

(۳) قلم اسطومار الکبیر - نمبر ۲، ۳ کی خاص ترکیب سے قلم طومار پیدا ہوا لفظ کبیر سے ظاہر ہے کہ چھوٹے پیمانہ پر اس کی ایک شاخ اور ہوگی۔

(۴) قلم الثلاثین - دربارِ خلافت کے عمال کے نام اسی خط میں مراسلت ہوتی تھی۔

(۵) قلم الزنبور - یہ قلم ثلاثین اور طومار سے ماخوذ ہے۔

(۶) قلم المفتح - یہ قلم ثلثین اور سطر تجیل سے ماخوذ ہے اس کو خط ثقیل بھی کہتے ہیں یہ انتہائی خوب صورت قلم تھا۔

(۷) قلم الحرم - تعلیم نسواں کی ترقی اس درجہ تک ہو چکی تھی کہ خواتین حرم کے نام جو خطوط لکھے جاتے تھے اس کا قلم بھی خاص تھا۔

(۸) قلم المؤامرات - امرائے دولت میں جب باہمی مناقشات ہوتے تھے اور صلاح و مشورہ کی ضرورت ہوتی تھی تو یہ خط استعمال کیا جاتا تھا۔

(۹) قلم العہود - سلاطین کے معاہدات اور دیگر دستاویزات کے لئے مخصوص تھا قصص اور افسانے اسی خط میں لکھے جاتے تھے۔

(۱۰) قلم الخرخاج - یہ بھی ثلثین کی ایک شاخ ہے۔

مختصر یہ کہ ان شاخ در شاخ اختراعات وایجادات کے بعد عجمی استنباط واستخراج میں عربوں سے پیچھے نہ رہے۔

ایران میں اسلامی قبضہ ہوتے ہی عربی زبان سرعت سے پھیلنے لگی اور قبول اسلام کے بعد مذہبی احکام کی تعمیل کے لئے قرآن کریم کا پڑھنا ضروری ٹھیرا، لسانیات عرب کا پہلا اثر ایران پر یہ ہوا کہ جدید فارسی (جو اسلام کے بعد بھی ایران کی زبان تھی) کی کتابت عربی ابجد میں ہونے لگی اور یہ اثر ہنوز باقی ہے کہ فارسی کی کتابیں عربی خط میں بکثرت لکھی جاتی ہیں اور چھپتی بھی ہیں۔

آٹھویں صدی عیسوی سے ایران میں عربی حروف کا عام طور پر رواج ہوگیا تھا، عربی تصنیف میں عجمی مقولے دخیل ہوگئے تھے اور جدید فارسی میں عربی الفاظ بکثرت داخل ہوگئے تھے اور پہلوی رسم الخط صرف موبدوں (پیشوایان مذہب) میں رہ گیا تھا اور اسی زمانہ میں پہلوی تصنیفات کا عربی میں ترجمہ شروع ہوا پہلا نامور مترجم ابن المقفع تھا۔

خلیفہ مامون رشید عباسی کے عہد میں خراسان علم وفن کا مرکز بن چکا تھا لیکن مامون کے انتقال پر جب طاہر بن حسین کا خاندان خراسان کا مالک ہوا تو بغداد کے علوم وفنون آہستہ آہستہ خراسان پہنچ گئے اور خاندان طاہریہ کے بعد دیالمہ، سلاجقہ، سامانیہ اور غزنویہ نے بھی علوم وفنون کی سرپرستی کی اور ایران تصنیف وتالیف میں عربوں سے بہت آگے بڑھ گیا اور علوم کے ساتھ ساتھ بغداد کے اصلاح شدہ عربی خطوط بھی ترقی کرتے رہے اور یہ وہ خطوط تھے جن کی اصلاح میں ابن بواب اور یاقوت مستعصمی نے اپنی عمریں صرف کر دی تھیں۔

ایران میں حسب ذیل اسلامی ۶ قلمیں جاری تھیں۔

ثلث، توقیع، محقق، نسخ، ریحان، رقاع، آگے چل کر عجمیوں نے خط توقیع سے ایک ساتواں قلم ایجاد کیا جو تعلیق کے نام سے موسوم اور مشہور ہوا۔

آج کل کم وبیش مندرجہ ذیل ۷ طرح کے خطوط مروج ہیں۔

(۱) خط کوفی تقریباً متروک الاستعمال ہونے کی وجہ سے خط نسخ ہی میں زیادہ تر لکھا جاتا ہے۔
(۲) خط نستعلیق فارسی اور اُردو زبانوں میں مروج ہے۔
(۳) خط مغربی ممالک مراکش، تونس اور طرابلس میں عربی کے لئے رائج ہے۔
(۴) خط رقاع } یہ دونوں عام طور پر ترکی میں رائج ہیں۔
(۵) خط ثلث }
(۶) خط تعلیق۔ یہ خط فارسی سے ملتا جلتا ہے جو ترکی میں مستعمل ہے۔

تعجب ہے کہ وہ خط جسے ابتدا میں صرف چند آدمی جانتے تھے اسلام کی بدولت اس قدر وسیع اور کثیر الاستعمال ہو گیا کہ تقریباً ۲۵ کروڑ آدمیوں کی مختلف زبانیں اس خط میں لکھی جاتی ہیں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ ترکی زبان بولنے والے	۴۰	ملین
۲۔ ہندوستانی زبان بولنے والے	۶۶	ملین
۳۔ اہل ملایا	۳۰	ملین
۴۔ فارسی بولنے والے	۹½	ملین
۵۔ افغانی زبان بولنے والے	۵	ملین
۶۔ چینی و روسی ترک عثمانی	۳۰	ملین
۷۔ کردستانی	۱½	ملین
۸۔ بلوچستانی	۱	ملین
۹۔ افریقی	۳۰۔۔۴۰	ملین
۱۰۔ عربی	۶۰	ملین

اہل عجم ہمیشہ سے جدت پسند اور حسن پرست واقع ہوئے ہیں، جب ان کو خط نسخ میں بعد ازیں

(نوٹ) ایک ملین ۱۰ لاکھ کا ہوتا ہے۔

نظر آیا تو اس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے، نسخ میں ہر دائرہ اول سے آخر تک یکساں رہتا تھا اور حرفوں میں کسی قدر ناہمواری تھی یعنی دائرے گول نہ تھے بلکہ نچلا حصہ چپٹا ہوتا تھا جس میں کونے یا زاویے نکل آتے تھے لہٰذا انھوں نے حروف میں نقاشی شانِ مصوری پیدا کی اور حروف کی نوکیں گردنیں اور نیچے کا حصہ باریک کر دیا اور دائرے گول بنائے اور اس خط کا نام نستعلیق قرار پایا، خط نستعلیق یا قلم فارسی عام طور پر اُردو اور فارسی میں مروج ہے۔

لفظی ترکیب سے ظاہر ہے کہ نستعلیق کا ماخذ 'نسخ تعلیق' ہے جب ہائے معجمہ کو تخفیفاً حذف کر دیا تو نستعلیق رہ گیا لیکن غور کرنے سے حقیقت کھلتی ہے کہ نستعلیق کی ایجاد میں جملہ قلموں کی شان پیش نظر تھی جو ایران میں جاری تھی، علم خط کے علاوہ اہل عجم نے علوم و فنون کی بھی عربوں سے زیادہ خدمت کی ہے، دور حاضرہ میں بھی ایران، ہندوستان پر فوقیت رکھتا ہے نسخ اور تعلیق کے اساتذہ موجود ہیں اور عام مراسلت کا قلم شفیعہ ہے۔

نستعلیق کتابی خط ہے جو ایران اور ہندوستان وغیرہ میں جاری ہے اور مراسلت کے لئے قلم شفیعہ کا استعمال ہوتا ہے جو نہایت خوبصورت ہے۔

نستعلیق کے حسن قبول کی بڑی دلیل یہ ہے کہ لفظ نستعلیق سے متعدد محاورات ایجاد ہوتے جو زبان زد عام و خاص ہیں، ایرانی ابجد میں ۳۲ حروف ہیں کیوں کہ عربی ابجد میں پ، چ، ژ اور گ کا اضافہ کیا گیا ہے۔

خواجہ میر علی تبریزی | یہ وہ صاحب ہیں جنھوں نے خط نسخ و تعلیق سے خط نستعلیق ایجاد کیا، گو اس سے پہلے بھی خط نستعلیق لکھا جاتا تھا مگر اس مرد بزرگ نے خط نستعلیق کو قواعد و قوانین سے آراستہ کیا، ان کے شاگردوں میں سے جعفر تبریزی اور مولانا اظہر نے بے مثال کامیابی اور شہرت حاصل کی، تیمور کے عہد میں خواجہ موصوف کے ہم اوصاف بہتیرے حضرات تھے مگر خواجہ موصوف سب سے زیادہ ممتاز اور نمایاں تھے، جہاں گیر سلطان، عمر شیخ سلطان، میران شاہ گورگان اور مرزا شاہ رخ بہادر امیر تیمور کے یہ چاروں لڑکے دلیر، شاعر، صاحب علم و ہنر اور خوش نویس تھے۔

سلطان السلطان احمد بغداد | ہفت قلم بادشاہان عصر میں سے خود بھی ہفت قلم تھا بایزید بی تیمور سے بیشتر کمال خوش خطی کے ساتھ ہفت قلم میں ایک رباعی لکھ کر امیر موصوف کو بھیجا، میران شاہ اور شاہزادہ مرزا خلیل نے بموجب ارشاد عالی فوراً جواب شافی نظم کر کے کمال خوش خطی کے ساتھ سلطان موصوف کو واپس بھیجا۔

شاہزادہ بایسنقر بن شاہرخ مرزا | خوش نویسی کے جملہ علوم و فنون میں یکتائے روزگار تھا، شش قلم اور عربی، فارسی اور ترکی کا بہترین شاعر تھا خوش نویسی اور شعر و شاعری کو اس کے عہد میں بے حد فروغ ہوا، مولانا جعفر تبریزی کی سرکردگی میں چالیس کاتب کلام اللہ اور دیگر فارسی، عربی اور ترکی کتابوں کی کتابت میں روز و شب مصروف رہتے تھے۔

میر عماد الحسینی قزوینی | نستعلیق میں امام فن ہیں، اصفہان میں بابا شاہ کی شاگردی کی اور ملا محمد حسین، سلطان علی مشہدی اور میر علی کی وصلیوں سے استفادہ کیا، خط نستعلیق کے مذکورہ بالا اساتذہ کے بعد میر عماد الحسینی اور آقا عبدالرشید دیلمی دو استاذ اور ہیں خوش نویسی کے یہ پانچ ستون ہیں جن پر خطاطی کی عمارت قائم ہے ایران سے ہندوستان تک جس قدر مشہور خطاط گذرے ہیں ان کا سلسلہ شاگردی انھیں پانچ تک پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے اور اس فن کے چار مدرسے لاہور، آگرہ، دہلی اور لکھنؤ میں میر عماد اور آقا دیلمی کی ذات سے قائم ہیں۔

میر عماد نستعلیق نگاری میں ضرب المثل ہیں، اصفہان میں درویشانہ وضع سے رہتے تھے اور شاہ عباس صفوی کے دربار سے متعلق تھے، بعض مورخین نے لکھا ہے کہ میر عماد ۹۰۰ روپیہ ماہوار پر شاہ عباس قلی (ایران) کے پاس ملازم تھے شاہ نے خط نستعلیق میں شاہ نامہ فردوسی کو نقل کے لئے حکم دیا، میر صاحب نے خواہش کی کہ مجھے ایک آراستہ باغ میں بیٹھ کر لکھنے کا انتظام کرا دیں اور اس باغ کے حوض میں عرقِ گلاب اور عرق کیوڑہ بھروا دیا جائے، شاہ نے باغ کی آراستگی کا حکم دیا، میر صاحب تین ۳ سال تک اس باغ میں بیٹھ کر شاہ نامہ نقل کرتے رہے اس عرصہ میں باغ کی آراستگی پر ۲ لاکھ روپے صرف ہوئے جب بادشاہ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ میر صاحب نے شاہ نامہ کے صرف

۶ جزو نقل کئے ہیں بادشاہ غضب ناک ہو گیا اور میر صاحب کو حکم دیا کہ ایک روز میں چھ لاکھ روپیہ خزانہ شاہی میں جمع کرا دیں، میر صاحب نے اصفہان کے باشندوں سے آدھے دن میں ۶ لاکھ روپیہ خزانہ شاہی میں داخل کرا دیا، اس معاملہ نے بادشاہ کے غصہ کو بھڑکانے کے لئے تیل کا کام کیا اور میر صاحب کو قتل کرا دیا گیا، شہنشاہ جہانگیر نے جب یہ واقعہ سُنا تو رو دیا اور کہا کہ اگر شاہ عباس میر عماد کو میرے پاس بھیج دیتا تو میں ان کے ہم وزن موتی تول دیتا۔

سلاطینِ مغلیہ میں شاہ جہاں سب سے زیادہ قدر شناس تھے، کسی نے میر صاحب کی ایک وصلی پیش کی تو شاہ جہاں نے اس کو منصب یک صدی عطا فرمایا۔

آقا عبدالرشید دیلمی قزوینی یہ آقا رشید کے نام سے مشہور ہیں، میر عماد کے بھانجے، داماد اور انھیں کے شاگرد تھے، میر علی، میر عماد اور آقا کی وصلیوں میں شناخت کرنا اور ان کی تحریروں میں امتیاز کرنا صرف ماہرانِ فن کا کام ہے۔

میر عماد کے واقعہ قتل سے خوف زدہ ہو کر آغاز حکومت شاہ جہانی میں آقا وارد ہندوستان ہوئے، لاہور ہوتے ہوئے تباہی اور خستہ حالی میں آگرہ پہنچے، لباس میل کچیل سے موم جامہ بن کر بوسیدہ ہو گیا، آقا نے شاہ جہاں کی خدمت میں ایک قطعہ لکھ کر پیش کیا شاہ جہاں نے اظہار خوش نودی فرمایا اور انتہائی احترام کے ساتھ اپنا درباری خوش نویس اور شاہزادہ دارا شکوہ کا استاد مقرر فرمایا اور پندرہ سو روپیہ ماہانہ مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ خط نستعلیق کو ہندوستان میں عام رواج دینا چاہئے۔

آقا کا مرتبہ فنِ خطاطی میں بہت بلند ہے، ائمہ فن انھیں خطاطی کا پیغمبر سمجھتے ہیں خدمت اتالیقی کے علاوہ ان کے ذمہ اور بھی بہت سی خدمتیں سپرد تھیں، امیرانہ شان سے رہتے تھے، آگرہ میں شان دار عمارتیں اور مسافر خانے تعمیر کئے، بڑھاپے تک مشق جاری رہی ۱۰۸۱ھ یا ۱۰۸۵ھ میں بمقام آگرہ عہد عالم گیری میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے اس صاحب کمال کا جانشین آج تک پیدا نہیں ہوا، ان کے شاگردوں میں شاہزادہ دارا شکوہ محمد اشرف خواجہ سرا وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

آقا عبدالرشید کا طبقۂ متاخرین پر سب سے بڑا احسان ہے جس نے ائمہ فن پیدا کئے در ہندوستان

کے چاروں دارالخلافہ آگرہ، دہلی، لاہور اور لکھنؤ میں انھیں کی ذات گرامی سے فن خطاطی عروج پر پہنچا ان کی وصلیاں ان کی زندگی میں جواہر کے مول فروخت ہوتی تھیں۔

اعیان حکومت کے ہاتھوں خطاطی کی سرپرستی

اتابک محمد شاہزادہ، حضرت شیخ سعدی کے ممدوح نے علم و فضل کے باوجود کئی خطوں کو حد کمال تک پہنچایا۔

ابو علی الحسن نظام الملک، عمر خیام، حسن صباح کا معاصر تھا وزارت عظمیٰ کے اہم فرائض کی ادائیگی کے باوجود خوش نویسی میں عموماً اور خط نستعلیق و رقاع میں بے نظیر تھا۔

خواجہ نصیر الدین طوسی، ہلاکو خاں کی فوج کا افسر اعلیٰ تھا جملہ علوم و فنون میں کمال اور جملہ خطوط میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔

سلطان اویس، بادشاہ لطیف طبع عالم و شاعر اور نیک صورت تھا قلم واسطی سے اس قدر حسین و دل کش قطعات لکھتا تھا کہ بڑے بڑے خوش نویس اور مصورین حیرت زدہ اور انگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔

ملک معز الدین محمد غوری، بادشاہ ہندوستان کے حقائق و معارف سے کون ناواقف ہے، خوش نویسوں کا قدرداں اور خود بھی قوی دست و زود نویس تھا۔

مبارز الدین محمد بن مظفر، شیراز و فارس کا مستعد اور ہنرمند بادشاہ بہترین خوش نویس تھا اور کئی خطوں کا بادشاہ تھا، بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن سلطان مظفر مکتب پہنچا اور استاد سے پوچھا کہ کون لڑکا بہترین خوش نویس ہے، استاد نے سیدزادہ کی طرف اشارہ کیا، سلطان نے سیدزادہ کو بلا کر کہا کچھ لکھو کہ ہم دیکھیں سیدزادہ نے ایک قطعہ نظم کر کے خوش خط لکھا اور سلطان کو دکھلایا، سلطان سیدزادہ کی لطافت طبع، ذہانت اور خوش نویسی سے حد درجہ متاثر ہوا، سیدزادہ وزیر وقت سید عضد کا صاحبزادہ تھا، سلطان نے صاحبزادہ کو بھی اپنی ملازمت میں لے لیا۔

شاہ منصور، ایران کا بادشاہ صاحب علم و ہنر تھا سات قلموں کو بخوبی لکھتا تھا اور جو کچھ لکھتا انتہائی دل آویز و دل کش لکھتا تھا۔

سلطان ابراہیم، امیر تیمور کا پوتا اور مرزا شاہ رخ کا لڑکا بلا کا ذہین و فطین شاعر و خوش نویس تھا، خطوط فارسی و عربی میں یاقوت مستعصمی جیسا کمال کا مظاہرہ کرتا تھا قانون دفاتر فارس کو خود اپنے ہاتھ سے لکھا، مبصرین اسے گراں بہا سمجھ کر بخوشی خریدتے مولانا شرف الدین یزدی کو زر کثیر دے کر تاریخ تیموری لکھنے پر آمادہ کیا اور مولانا نے بڑھاپے کی حالت میں شہزادہ موصوف کی خاطر اس اہم کام کی تکمیل کی اور ظفر نامہ نام رکھا۔

مولانا یحیی، آپ کو ۶ خطوں پر ید طولی حاصل تھا تذکرہ دولت شاہ کی ایک روایت ہے کہ مولانا نے علاء الدولہ شاہزادہ پسر بایسنغر کے عہد میں ایک مرتبہ ایک رات دن میں ۳ ہزار اشعار لکھے اور سب کی خوش نویسانہ کتابت کی۔

میر علی الکاتب، ہرات کے سادات میں سے ہیں آپ کے باپ کا نام محمود، رفیقی تخلص تھا، جمیع علوم میں دستگاہ کامل رکھتے تھے عربی، فارسی اور شاعری پر کلی عبور تھا مجنوں تخلص کرتے تھے، آپ کی خطاطی ضرب المثل تھی آپ کی نظیر ناممکن تصور کی جاتی تھی شاہزادہ سلطان مظفر کے لئے خطوط سبعہ کے قوانین کو منظوم کیا اپنے خط کے بارے میں ایک رباعی فرماتی ہے ملاحظہ ہو۔

رباعی

شاعر نادرہ سخن و ساحرم — در فن خط نیز لبسے ماہرم
فیض مسیحا ز دمم می چکد — آب حیات از قلمم می چکد
ہر کس کہ بہ صفحۂ خطم دیدہ کشاد — دل بر خط دلبران مہوش ننہاد
در عالم خط منم مسلم امروز — استاداں مرا چنیں خطے دست نداد
چشم صاد و زلف دال و قد الف — طرۂ لام است و دہان میم مراد
کلک استاد ازل زیں پنج حرف — صد الم بر روی جان ما نہاد

قطعہ

الا ای بے نظیر خطہ خط کسی نہ نوشتہ از تو در جہاں بہ
چو از کلک تو گردد دال مرقوم ز دور زلف و قد دلبراں بہ

لوگ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی عطار کی دکان پر بیٹھے تھے کسی نے مفردات طلب کیں آپ نے اسی وقت قلم بنایا اور فوراً تمام چیزیں لکھ دیں کہ اول سے آخر تک زبھتیں پھر بھی اکثر اپنے دوستوں سے کہا کرتے تھے کہ ہرچند میرا خط سلطان علی سے بہتر ہے مگر اس کے خط میں جو نمکینی پائی جاتی ہے وہ میرے خط میں مفقود ہے، کس قدر حق پرستی اور انصاف کا دور تھا کہ خود رائی و خود بینی آڑے نہیں آتی تھی، تذکرہ شمع انجمن میں کاتب موصوف کو حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا معاصر بتایا گیا ہے، آپ کے مصنفات میں سے دو کتابیں رسم الخط اور خط و سواد کے ناموں سے کتب خانہ برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔

شاہزادہ داراشکوہ، شاہجہاں بادشاہ کا ولی عہد سلطنت عبد الرشید کا شاگرد تھا باوجود اشغال امور شاہزادگی و دیگر علوم کے آقا عبد الرشید کے طرز پر شاید اس سے بہتر کوئی نہیں لکھتا تھا

عماد الملک غازی الدین خاں فیروز جنگ، مخاطب بہ امیر الامرا پسرزادہ نظام الملک آصف جاہ ۱۱۶۱ھ سے ۱۱۶۷ھ تک اور ۱۱۶۷ھ سے ۱۱۷۳ھ تک متواتر احمد شاہ اور عالمگیر ثانی کا وزیر رہا مگر باوجود صیغہ وزارت کی گوناگوں ملکی مصروفیات و مشغولیات کے عربی و فارسی و شعر و شاعری اور صفت قلمی و صفت زبانی میں ید طولیٰ رکھتا تھا، خط نستعلیق مرزا محمد علی اور نسخ یاقوت کے طریقوں پر خوب لکھتا تھا اور خط شفیعہ میں بھی اعلیٰ دست رس حاصل تھی۔

محمد حسین کشمیری، آئین اکبری میں ص ۱۱۵ پر ابو الفضل نے موصوف مذکور کو زریں قلم اور جادو رقم کے خطابات کے ساتھ یاد کیا ہے، زریں قلم کا خطاب اکبر بادشاہ کا عنایت کردہ تھا، ہندوستان کے نستعلیق نویسوں میں آپ کی حیثیت بہت بلند تھی۔

میر خلیل اللہ شاہ، آپ عراق عجم کے سیدوں میں سے ہیں، ملک دکن میں ابراہیم عادل شاہ

کے دربار میں آپ کو منصب عالی ملا، بادشاہ وقت نے آپ کی شہرت خطاطی سے متاثر ہو کر آپ کو اپنا حاجب مقرر فرما کر ایران بھیجا، شاہ ایران کی جانب سے یہ اشعار آپ کی نسبت کہے گئے۔

رباعی

خورشید عراق از دکن می آید　کان لعل یکان نوشتن می آید
سر دفتر جملہ خوش نویسان جہاں　یعنی کہ خلیل بت شکن می آید

مشہور ہے کہ میر مذکور نے ابراہیم عادل شاہ کے زمانہ کی تصنیف کتاب "نورس" خوش خط لکھ کر ادشاہ کو پیش کی، بادشاہ اس قدر خوش ہوا کہ بادشاہ قلم کے حسین خطاب سے نوازا اور اپنے تخت پر بٹھایا ادر وزرا امرا کو حکم دیا کہ شاہی جاہ و جلال کے ساتھ گھر تک پہنچائیں۔

عبدالصمد شیریں قلم، آپ نے ہمایوں کے عہد میں اچھی عزت و شہرت حاصل کی اور اکبری دور میں منصب ار صدی سے فیض یاب ہوئے، عرصہ تک حکومت کی، مسکوکات کی دارالضرب کے ناظر وامین بھی رہے، ہارت قلمی میں اس قدر بے نظیر کرامتیں فرمائیں کہ سورۂ اخلاص دانہ خشخاش پر لکھی شعر و شاعری میں بھی یگانہ زگار تھے۔

زا عبدالرحیم خانخاناں، اکبری دور کے اعلیٰ ترین منصب دار اور کامیاب سپہ سالار تھے، بے شمار رکاری اور پبلک خدمتیں انجام دیں جو آج تک سرمایہ روزگار ہیں اکبری دور کے بے مثال علما و فضلا میں ہیں آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، خوش نویسی میں مہارت کاملہ حاصل تھی، ہندی و فارسی کے رین شاعر تھے، خصوصاً ہندی شاعری آج بھی بڑے بڑے سنسکرت پرستوں سے خراج تحسین حاصل نے میں ممتاز و نمایاں ہے۔

خواجہ سلطان علی ملقب بہ افضل خاں، ہمایوں بادشاہ نے انھیں افضل خاں اور اکبر بادشاہ نے ضل خانی کے القابوں سے سرفراز فرمایا، عقل و فراست اور خوش نویسی میں مہارت تامہ حاصل تھی۔

راجہ ٹوڈرمل، اکبری دور میں وزارت مالیات پر سترہ برس تک فائض رہے اور منصب چار ہزار ی کی سرفرازی مزید تھی خوش خطی میں کمال حاصل تھا۔

رای منوہر، صغر سنی سے اکبر بادشاہ کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی اور جہانگیری دربار میں پرشان ا شعر و شاعری اور خوش خطی میں کمال دستگاہ حاصل تھی۔

شاہزادہ خسرو و سلطان پرویز، پسران شہنشاہ جہانگیر دونوں علوم عربی و فارسی میں یگانہ وقت

شاہ جہاں، بادشاہ نے علوم عربی وفارسی میں قدرت کاملہ حاصل کرنے کے بعد خط نستعلیق میں اور خوش نویسی میں بے نظیر و بے مثال تھے، سلطان پرویز اپنا اکثر وقت کتابت کلام الٰہی میں صرف کرتا تھا۔ کمال بے مثال حاصل کیا۔

اورنگ زیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اپنا کچھ قیمتی وقت کتابت کلام الٰہی میں صرف کیا کرتے تھے، اس سے جو آمدنی حاصل ہوا کرتی وہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔

میر حاجی، آقا عبدالرشید کی طرح نستعلیق نویسی میں فرد تھے اکثر ان کے خط پر آقا کے خط کا دھوکا ہوتا تھا، لیکن کتبہ سے معلوم ہوتا تھا کہ میر حاجی کا نوشتہ ہے۔

حیدر جہان منشی وبیج بھان، نستعلیق میں آقا کے شاگردوں میں سے تھے اور خط شکست میں کفایت خاں کے شاگرد تھے دونوں خطوط میں یکتائے وقت تھے۔

میر علی خاں جواہر رقم الحسینی، مرأت العالم جیسی دوسری کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صاحبقران ثانی شاہ جہاں کے زمانے میں ہندوستان تشریف لائے اور جواہر رقم کے قابل رشک خطاب سے مشرف ہوئے اور شاہزادہ اورنگ زیب کی تعلیم پر مامور ہوتے، پھر اورنگ زیب کے عہد میں داروغگی کتب خانہ پر مقرر ہوتے، شاعرانہ طبیعت کے مالک تھے، تحصیل خط کا بے حد شوق تھا، اپنے ملک ہی میں اس فن میں دسترس بے پناہ رکھتے تھے، ہندوستان آتے ہی معروف ومشہور ہوگئے اورنگ زیب نے اپنے شاہزادوں کی استادی کے لئے ان کا انتخاب پسند کیا، اگرچہ اوائل عمر میں آقا عبدالرشید کے مقابلہ میں ان کا چراغ نہ جل سکا لیکن تمام عمر کشمیر ودکن میں اورنگ زیب کی رکاب میں گذار دی، ایک روز کسی نے ان کے قلم برادر سے پوچھا کہ خاں کس کے طرز پر مشق کرتے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ ایک دن میر عماد اور ایک دن آقا کے طرز پہ مشق کرتے ہیں اور آقا عبدالرشید سے انھیں دلی لگاؤ ہے، حد سے زیادہ ان کی تعظیم وتکریم بجالاتے اور دلدہی اور حسن سلوک ادا فرماتے۔

ہدایت اللہ زریں رقم، ابتداءً محمد حسین کشمیری کے طرز پہ مشق کرتے تھے، پھر سید علی خاں جواہر رقم سے تحصیل علم کیا اور رات دن مشق کرکے کمال کو پہنچایا، رفتہ رفتہ کتب خانہ عالم گیری کے داروغہ مقرر ہوئے بموجب ارشاد شاہی اکثر دیوان حافظ بخط خفی لکھا کرتے تھے، شہزادہ کام بخش کی استادی پر مامور ہوئے حق یہ ہے کہ زریں رقم کے ہاتھ کے قطعے دیکھنے میں آئے جو جواہر رقم سے بدرجہا بہتر اور برتر تھے۔ لیکن ہمیشہ عجز وانکساری سے پیش آتے کبھی عجب وتکبر کے الفاظ زبان پر نہیں لاتے، اکثر شاہزادے اور محمد اعظم کے لڑکے ان کے زیر تربیت تھے۔

محکمہ ڈاک سے اپیل

ماہ نومبر ۱۹۶۷ء کا "برہان" نہ پہنچنے کی شکایات اس قدر زیادہ آئی ہیں کہ اتنی پورے سال میں نہ آئی ہوں گی۔ ہم اپنے ریکارڈ کو دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس میں ہمارے دفتر کی کوئی کوتاہی نہیں ہے! ہم ڈاک خانہ کے ذمہ داروں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے حلقہ کے پوسٹ مین کو توجہ دلائیں۔

(منیجر)